باب (۱۱)

اِسراء و معراج

(۲)

معراج کو خواب قرار دینے والوں کے دلائل کا جائزہ اِس واقعہ کو خواب قرار دینے کے لیے بالعموم دو دلیلیں دی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۶۰ میں اس کے لیے "رؤیا" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عائشہؓ سے یہ قول منقول ہوا ہے کہ مَا فُقِدَ جَسَدُ النَّبِیِّ وَلٰکِنْ اُسْرِیَ بِرُوْحِہٖ (حضورؐ کا جسم مفقود نہیں ہوا تھا بلکہ آپ کی روح کو لے جایا گیا تھا)۔

ان میں سے پہلی دلیل کو خود قرآن ہی رد کر رہا ہے۔ ذرا وہ فقرہ دیکھیے جس میں معراج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لفظ رؤیا استعمال فرمایا گیا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ۔ "اور جو رُؤیا ہم نے تمھیں دکھایا ہے اسے ہم نے لوگوں کے لیے بس فتنہ بنا کر رکھ دیا"۔ اِس فقرے میں اگر لفظ رؤیا کو خواب کے معنی میں لیا جائے تو لوگوں کے لیے آخر اُس کے فتنہ بن جانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ خواب میں آدمی ہر طرح کی چیزیں دیکھ سکتا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے یہ بیان فرماتے کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں مکہ سے بیت المقدس گیا ہوں تو نہ کوئی مسلمان فتنے میں پڑ کر مرتد ہوتا، نہ کوئی کافر اس کا مذاق اُڑاتا، اور نہ کسی کو یہ کہنے کی ضرورت ہوتی کہ آپ اپنے اِس سفر کے صحیح ہونے کا ثبوت پیش کیجیے۔ یہ بات فتنہ تو اُسی صورت میں بن سکتی تھی جب آپ نے اسے بیداری میں پیش آنے والے واقعہ کی حیثیت سے بیان کیا ہو اور لوگوں سے یہ فرمایا ہو کہ میرا یہ سفر رُوحانی نہیں بلکہ جسمانی تھا۔

علاوہ بریں یہ دعوٰی کرنا بھی صحیح نہیں ہے کہ عربی زبان میں رؤیا صرف خواب کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ درحقیقت لُغتِ عرب میں رُؤیا اور رؤیت، دونوں ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں اور ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں، جیسے قُربیٰ اور قُربت۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، جو عربی زبان کے

اماموں میں شمار کیے جاتے ہیں، قرآن مجید کی اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ھی رؤیا عین اُریھا النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اُسری بہ الی بیت المقدس (بخاری، ترمذی، نسائی)۔ "یہ چشم دید رؤیا تھا جو اُس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا جب آپ بیت المقدس لے جائے گئے تھے"۔ سعید بن منصور نے ابن عباسؓ کے اِس قول کی جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ ولیس رؤیا منام، "یہ خواب والا رؤیا نہ تھا"۔ ایک دوسری سند سے ابن منصور نے ابن عباسؓ کا یہ قول بھی روایت کیا ہے کہ ھو ما اُری فی طریقہ الی بیت المقدس۔ "اس سے مراد وہ مشاہدات ہیں جو بیت المقدس کے راستے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرائے گئے تھے"۔

(۲) حضرت عائشہؓ کا قول تو وہ سند کے اعتبار سے بہت ہی کمزور ہے۔ محمد بن اسحاق نے اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ "مجھ سے آلِ ابی بکر کے بعض لوگوں (یا کسی شخص) نے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ یہ فرمایا کرتی تھیں"۔ ایسی مجہول سند کے ساتھ یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ جو قول حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ فی الواقع اُنھی کا ہے۔ پھر اس کمزور روایت کے مقابلے میں بکثرت صحیح سندوں سے حدیث کی معتبر کتابوں میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ رودادِ اِسراء و معراج جو حضرت انسؓ، حضرت مالکؓ بن صعصعہ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت شدادؓ بن اوس اور دوسرے بہت سے صحابہ سے منقول ہوئی ہے، آخر اسے کیسے رد کیا جا سکتا ہے؟ اور خود حضرت عائشہؓ کے اُس بیان کی کیا توجیہ کی جا سکتی ہے جسے بیہقی نے پوری متصل سند سے نقل کیا ہے کہ "اسراء کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو رات کی سرگذشت سُنا رہے تھے۔ اس پر متعدد لوگ جو ایمان لا کر آپ کی تصدیق کر چکے تھے مرتد ہو گئے۔ پھر وہ یہ خبر لے کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ذرا اپنے دوست کی خبر تو لیجیے۔ وہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ آج رات وہ بیت المقدس لے جائے گئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا وہ ایسا فرماتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اگر وہ ایسا فرماتے ہیں تو ضرور سچ فرماتے ہیں۔ اُن لوگوں نے کہا کیا آپ اِس کی بھی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ایک ہی رات میں بیت المقدس گئے بھی اور صبح سے پہلے واپس بھی آ گئے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں تو صبح و شام اُن سے آسمان کی خبریں سن کر تصدیق کرتا ہوں"۔ کیا کوئی شخص یہ مان سکتا ہے کہ یہ سارا بیان اُنھی حضرت عائشہؓ کا ہے جن کی طرف ایک غیر متصل بلکہ قطعی مجہول سند سے یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ حضورؐ کا جسد تو اپنی جگہ پر رہا اور صرف

آپ کی رُوح لے جائی گئی تھی؟

معراج کی اصل حقیقت معراج کا یہ واقعہ درحقیقت تاریخ انسانی کے اُن بڑے واقعات میں سے ہے جنہوں نے زمانے کی رفتار کو بدل ڈالا اور تاریخ پر اپنا مستقل اثر چھوڑا ہے۔ اس کی حقیقی اہمیت کیفیتِ معراج میں نہیں ہے بلکہ مقصد اور نتیجہ معراج میں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ کرۂ زمین جس پر ہم آپ رہتے ہیں خدا کی عظیم الشان سلطنت کا ایک چھوٹا سا صوبہ ہے۔ اس صوبے میں خدا کی طرف سے جو پیغمبر بھیجے گئے ہیں، ان کی حیثیت کچھ اس طرح کی سمجھ لیجیے جیسے دنیا کی حکومتیں اپنے ماتحت ملکوں میں گورنر یا وائسرائے بھیجا کرتی ہیں۔ ایک لحاظ سے دونوں میں بڑا بھاری فرق ہے۔ دنیوی حکومتوں کے گورنر اور وائسرائے محض انتظامِ ملکی کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں، اور سلطانِ کائنات کے گورنر اور وائسرائے اس لیے مقرر ہوتے ہیں کہ انسان کو صحیح تہذیب، پاکیزہ اخلاق، اور سچے علم و عمل کے وہ اصول بتائیں جو روشنی کے مینار کی طرح انسانی زندگی کی شاہراہ پر کھڑے ہوئے صدیوں تک سیدھا رستہ دکھاتے رہیں۔ مگر اس فرق کے باوجود دونوں میں ایک طرح کی مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔ دُنیا کی حکومتیں گورنری جیسے ذمہ داری کے منصب اُنہی لوگوں کو دیتی ہیں جو ان کے معتمد علیہ ہوتے ہیں، اور جب وہ انہیں اس منصب پر مقرر کرتی ہیں تو ان کو بتاتی ہیں کہ حکومت کا اندرونی نظام کس طرح کس پالیسی پر چل رہا ہے۔ اور ان کے سامنے اپنے وہ راز بے نقاب کر دیتی ہیں جو عام رعایا پر ظاہر نہیں کیے جاتے۔ ایسا ہی حال خدا کی سلطنت کا بھی ہے۔ وہاں بھی پیغمبری جیسے ذمہ داری کے منصب پر وہی لوگ مقرر ہوئے ہیں جو سب سے زیادہ قابلِ اعتماد تھے۔ اور جب انہیں اس منصب پر مقرر کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کو اپنی سلطنت کے اندرونی نظام کا مشاہدہ کرایا، اور ان پر کائنات کے وہ اَسرار ظاہر کیے جو عام انسانوں پر ظاہر نہیں کیے جاتے۔ مثال کے طور پر حضرت ابراہیمؑ کو آسمان اور زمین کے ملکوت، یعنی اندرونی انتظام کا مشاہدہ کرایا گیا (الانعام۔ آیت ۷۵)۔ اور یہ بھی آنکھوں سے دکھا دیا گیا کہ خدا کس طرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے (البقرہ۔ آیت ۲۶۰)۔ حضرت موسیٰؑ کو طُور پر جلوۂ ربّانی دکھایا گیا (الاعراف۔ ۱۴۳)۔ اور ایک خاص بندے کے ساتھ کچھ مدّت تک پھرایا گیا کہ اللہ کی مشیت کے تحت دُنیا کا انتظام جس طرح ہوتا ہے اس کو دیکھیں اور سمجھیں (الکہف۔ آیات ۶۰ تا ۸۲)۔ ایسے ہی کچھ تجربات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی تھے۔ کبھی آپؐ خدا کے مقرب فرشتے کو اُفق پر علانیہ دیکھتے ہیں (التکویر۔ ۲۳)۔ کبھی وہ

فرشتہ آپ سے قریب ہوتے ہوتے اس قدر قریب آجاتا ہے کہ آپ کے اور اس کے درمیان دو کمانوں کے بقدر بلکہ اس سے بھی کچھ کم فاصلہ رہ جاتا ہے (النجم ۶ تا ۹)۔ کبھی وہی فرشتہ آپ کو سدرۃ المنتہٰی یعنی عالمِ مادّی کی آخری سرحد پر ملتا ہے اور وہاں آپ خدا کی عظیم الشان نشانیاں دیکھتے ہیں (النجم ۱۳ تا ۱۸)۔ لیکن معراج محض مشاہدہ و معائنہ تک محدود نہ تھی بلکہ اس سے بھی اُونچے درجے کی چیز تھی۔ اس کی مثال کچھ اس طرح کی سمجھیے جیسے اقتدارِ اعلیٰ اپنے مقرر کردہ حاکم کو کسی اہم موقع پر براہِ راست دارالسلطنت میں بلا کر کسی کارِ خاص پر مامور کرتا ہے اور اس کے لیے ضروری ہدایات دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح بارگاہِ خداوندی میں طلب کیا گیا تھا، کیونکہ عنقریب تحریک اسلامی ایک اہم موڑ مڑنے والی تھی، اور اس موقع کی مناسبت سے آپ کو خاص ہدایات دینا مطلوب تھا۔

سفرِ معراج کی روداد اب ہم پہلے اُن احادیث کا ایک جامع خلاصہ درج کریں گے جن میں معراج کے اس مُحیرّ العقول سفر کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد یہ بتائیں گے کہ وہ کیا پیغام تھا جو معراج سے واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کو دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبری کے منصب پر سرفراز ہوئے تقریباً ۱۲ سال گزر چکے تھے۔ ۵۲ برس کی عمر تھی۔ حرمِ کعبہ میں سو رہے تھے۔ یکایک جبریلؑ فرشتے نے آکر آپ کو جگایا۔ نیم خفتہ اور نیم بیداری کی حالت میں اُٹھا کر آپ کو زمزم کے پاس لے گئے۔ سینہ چاک کیا۔ زمزم کے پانی سے اس کو دھویا۔ پھر اُسے علم اور بُردباری اور دانائی اور ایمان و یقین سے بھر دیا۔[1] اس کے بعد آپ کی سواری کے لیے

---

[1] بخاری، مسلم، مسندِ احمد، ابن جریر، بیہقی، حاکم، ابن ابی حاتم، طبرانی اور بزّار میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت مالکؓ بن صعصعہ کی روایات۔ بعض دوسری روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ اسراء کا آغاز حضورؐ کی چچازاد بہن اُمِّ ہانی بنت ابی طالب کے گھر سے ہوا تھا جہاں آپ عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے تھے۔ ابن جریر، ابویعلیٰ اور طبرانی نے اسے خود اُمِّ ہانیؓ سے اور بیہقی نے حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، اور حضرت عبداللہؓ بن عباس سے روایت کیا ہے۔ طبقات ابن سعد میں واقدی کی روایت یہ ہے کہ آغاز شعبِ ابی طالب سے ہوا تھا۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے اور مسندِ احمد میں حضرت اُبیؓ بن کعب سے مروی ہے کہ مکان کی چھت کھول کر جبریلؑ اُترے اور آپ کو لے گئے۔ لیکن دراصل ان روایات میں تضاد نہیں ہے۔ اُمِّ ہانی کا گھر شعبِ ابی طالب میں تھا۔ اسی گھر کی چھت کھول کر جبریلؑ اُترے اور نیند ہی کی حالت میں آپ کو مسجدِ حرام میں لے گئے۔ پھر نیم خفتہ اور نیم بیداری کی حالت میں وہ معاملہ پیش آیا جو اُوپر بیان ہوا ہے۔

ایک جانور پیش کیا جس کا رنگ سفید اور قد گدھے سے بڑا اور خچر سے کچھ چھوٹا تھا۔ برق کی رفتار سے چلتا تھا، اس کا ہر قدم حدِ نگاہ پر پڑتا تھا، اور اسی مناسبت سے اس کا نام "براق" تھا[۱]۔ پہلے انبیاء بھی اس نوعیت کے سفر میں اسی سواری پر جایا کرتے تھے[۲]۔ جب آپؐ سوار ہونے لگے تو وہ چمکا۔ جبریلؑ نے تھپکی دے کر کہا، دیکھ کیا کرتا ہے، آج تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑی شخصیت کا کوئی انسان تجھ پر سوار نہیں ہوا ہے۔ اس پر وہ شرمندہ ہو کر پسینے پسینے ہو گیا[۳]۔ پھر آپ اس پر سوار ہوئے اور جبریلؑ آپ کے ساتھ چلے[۴]۔ پہلی منزل مدینہ کی تھی جہاں اُتر کر آپ نے نماز پڑھی۔ جبریلؑ نے کہا اس جگہ آپ ہجرت کر کے آئیں گے۔ دوسری منزل طورِ سینا کی تھی جہاں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ سے ہم کلام ہوا تھا۔ تیسری منزل بیتُ اللَّحم کی تھی جہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ چوتھی منزل پر بیت المقدس تھا جہاں براق کا سفر ختم ہوا[۵]۔

۱۔ براق کی یہ صفت حدیث کی تمام روایات میں متفقہ طور پر بیان کی گئی ہے۔

۲۔ ابن جریر، بیہقی (فی الدلائل)، ابن ابی حاتم، ابن اسحاق، ابن مردُویہ، نسائی، مغازی ابن عائذ۔ سُہیلی نے رَوضُ الاُنُف میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ براق ہی پر حضرت ہاجرہ اور اپنے شیر خوار لختِ جگر حضرت اسمٰعیلؑ کو مکہ لے گئے تھے۔ لیکن اپنی روایت کا ماخذ انہوں نے نہیں بتایا ہے۔

۳۔ مُسند احمد، تِرمذی، ابن حِبّان، ابن جریر، ابن اسحاق، ابن سعد۔

۴۔ ابن جریر، بیہقی، نسائی، حاکم، ابن ابی حاتم، طبرانی، بزّار اور ابن سعد کی نقل کردہ روایات میں یہ ہے کہ جبریلؑ اس سفر میں برابر آپ کے ساتھ رہے۔ طبرانی میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضورؐ کو اپنے آگے براق پر سوار کر لیا۔ ابویعلیٰ، حاکم اور ابن حبان میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی روایت یہ ہے کہ جبریلؑ آگے بیٹھے اور انہوں نے حضورؐ کو اپنے پیچھے ردیف کے طور پر بٹھایا۔ اور ترمذی و نسائی اور مُسند احمد میں حضرت حُذیفہؓ کی روایت صرف یہ بتاتی ہے کہ حضورؐ اور جبریلؑ دونوں براق پر سوار تھے۔ یہ تصریح اس میں نہیں ہے کہ دونوں میں سے کون آگے اور کون پیچھے تھا۔

۵۔ نسائی، بروایت انسؓ بن مالک۔ بیہقی میں شدّادؓ بن اوس کی روایت اس سے ذرا مختلف ہے۔ اس میں طورِ سینا کے بجائے مَدیَن میں اُس درخت کے پاس نماز پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے جس کے سایہ میں حضرت موسیٰؑ دو عورتوں کے جانوروں کو پانی پلانے کے بعد بیٹھ گئے تھے۔

مختلف ضالّ و مُضِل قوتیں اِس سفر کے دوران میں ایک جگہ کسی پکارنے والے نے پکارا اِدھر آؤ۔ آپ نے توجہ نہ کی۔ جبریلؑ نے کہا یہ یہودیت کی طرف بُلا رہا تھا۔ دوسری طرف سے آواز آئی ادھر آؤ۔ آپ اِس کی طرف بھی ملتفت نہ ہوئے۔ جبریلؑ نے کہا یہ عیسائیت کا داعی تھا۔ پھر ایک عورت نہایت بنی سنوری نظر آئی اور اس نے اپنی طرف بلایا۔ آپ نے اُس سے بھی نظر پھیر لی۔ جبریلؑ نے کہا یہ دنیا تھی۔ پھر ایک بوڑھی عورت سامنے آئی۔ جبریلؑ نے کہا دُنیا کی باقی ماندہ عمر کا اندازہ اِس عورت کی باقی ماندہ عمر سے کر لیجیے۔ پھر ایک اور شخص ملا جس نے آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ مگر آپ اُسے بھی چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔ جبریلؑ نے کہا یہ شیطان تھا جو آپ کو راستہ سے ہٹانا چاہتا تھا۔[1]

بیت المقدس میں نماز بیت المقدس پہنچ کر آپ بُراق سے اُتر گئے اور اُسی مقام پر اُسے باندھ دیا جہاں پہلے انبیا اُس کو باندھا کرتے تھے۔[2] ہیکلِ سلیمانی میں (جو اُس زمانے میں منہدم تھا مگر اس کی جگہ موجود تھی اور قیصر جسٹینین نے وہاں ایک گرجا بنا رکھا تھا) داخل ہوئے تو ان سب پیغمبروں کو موجود پایا جو ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک دنیا میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے پہنچتے ہی نماز کے لیے صفیں بندھ گئیں۔ سب منتظر تھے کہ امامت کے لیے کون آگے بڑھتا ہے۔ جبریلؑ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور آپ نے سب کو نماز پڑھائی۔[3] پھر آپ کے سامنے تین پیالے پیش کیے گئے۔ ایک میں پانی۔ دوسرے میں دُودھ۔ تیسرے میں شراب۔ آپ نے دُودھ کا پیالہ اُٹھا لیا۔ جبریلؑ نے مبارک باد دی کہ آپ فطرت کی راہ پا گئے۔[4]

---

[1] اس سلسلۂ واقعات کے مختلف اجزا احادیث اور سیرت کی مختلف کتابوں میں درج ہیں۔ ملاحظہ ہو بیہقی فی الدّلائل۔ طبرانی فی الاوسط۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن اسحاق، ابن مُردُویہ۔

[2] مُسند احمد، مسلم، ابن جریر، بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن اسحاق، ابن سعد، ابن مردُویہ۔ بعض دوسری روایات میں یہ ہے کہ جبریلؑ نے ایک چٹان میں انگلی مار کر سوراخ کیا اور اس سے بُراق کو باندھ دیا۔ (ترمذی، حاکم، ابن ابی حاتم)۔

[3] ابن جریر، بیہقی، طبرَانی، نسائی، ابن ابی حاتم، مسند احمد، ابن سعد۔

[4] طبرَانی کی روایت حضرت صُہیبؓ سے اور ابن جریر کی روایت حضرت انسؓ اور ابوہریرہؓ سے اور ابن اسحاق کی روایت متعدد اہلِ علم سے وہی ہے جو ہم نے اُوپر نقل کی ہے۔ لیکن اِس معاملہ میں روایات کے اندر بہت اختلاف ہے۔ ابن جریر، بیہقی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوسعیدؓ خُدری سے جو روایت نقل کی ہے اس میں صرف (باقی حاشیہ برصفحہ ۱۵)

اس کے بعد ایک سیڑھی آپ کے سامنے پیش کی گئی اور جبریلؑ اس کے ذریعے آپ کو آسمان کی طرف لے چلے۔ عربی زبان میں سیڑھی کو معراج کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے یہ سارا واقعہ معراج کے نام سے مشہور ہوا ہے۔[۵]

آسمانِ اوّل پر پہلے آسمان پر پہنچے تو دروازہ بند تھا۔ محافظ فرشتوں نے پوچھا کون آتا ہے؟ جبریلؑ نے اپنا نام بتایا۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبریلؑ نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ پوچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں۔ تب دروازہ کھلا اور آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔[۲] یہاں آپ کا تعارف فرشتوں اور انسانی ارواح کی اُن بڑی شخصیتوں سے ہوا جو اس مرحلے پر مقیم تھیں۔ اُن میں نمایاں شخصیت ایک ایسے بزرگ کی تھی جو انسانی ساخت کا مکمل نمونہ تھے۔ چہرے مُہرے اور جسم کی بناوٹ میں کسی پہلو سے کوئی نقص نہ تھا۔ جبریلؑ نے بتایا یہ آدم ہیں، آپ کے مُورثِ اعلیٰ۔ ان بزرگ کے دائیں بائیں بہت سے لوگ تھے۔ وہ دائیں جانب دیکھتے تو خوش ہوتے، بائیں جانب دیکھتے تو روتے۔ پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ بتایا گیا یہ نسلِ آدم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) دو برتنوں کا ذکر ہے۔ ایک میں پانی، دوسرے میں شراب۔ مُسند احمد اور مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت، مُسند احمد میں ابن عباسؓ کی روایت، بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت اور بیہقی میں حضرت سعید بن المسیّب کی مُرسل روایت میں بھی دو برتنوں کا ذکر ہے، مگر وہ کہتے ہیں کہ ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی۔ بیہقی، ابن ابی حاتم، بزّار اور طبرانی میں حضرت شدّادؓ بن اَوس کی روایت بھی دو برتنوں کی ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شہد۔ بخلاف اس کے مُسند احمد، بخاری اور مسلم میں حضرت مالکؓ بن صَعصَعہ کی روایت یہ ہے کہ سِدرۃ المنتہیٰ کے پاس یا بیتُ المعمُور کے پاس حضورؐ کے سامنے تین برتن پیش کیے گئے تھے جن میں سے ایک میں شراب تھی، دوسرے میں دُودھ تھا اور تیسرے میں شہد۔ لیکن تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ حضورؐ نے دُودھ ہی کا انتخاب فرمایا تھا۔

[۵] (حاشیہ صفحہ ہذا) ابن جریر، بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن اسحاق، ابن مردُویہ بہ روایت ابوسعید خُدریؓ۔ لیکن ابن ابی حاتم نے حضرت انسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جبریلؑ حضورؐ کا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف چڑھ گئے۔

[۲] معراج کے متعلق یہ بات تمام احادیث میں متفق علیہ ہے کہ ہر آسمان میں داخل ہونے سے پہلے جبریلؑ سے اسی طرح کی پوچھ گچھ ہوتی رہی، اور جب اطمینان کر لیا گیا کہ آنے والے جبریل ہیں، اور ان کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضورؐ کو بلایا گیا ہے، تب دروازہ کھولا گیا اور ملائکہ نے حضورؐ کا خیر مقدم کیا۔

ہے۔ آدمؑ اپنی اولاد کے نیک لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، بُرے لوگوں کو دیکھ کر روتے ہیں[۱]۔

پھر آپ کو تفصیلی مشاہدے کا موقع دیا گیا۔ ایک جگہ آپ نے دیکھا کچھ لوگ کھیتی کاٹ رہے ہیں مگر جتنی کاٹتے جاتے ہیں وہ اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔

پھر دیکھا کچھ لوگ ہیں جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ وہ لوگ ہیں جن کی سرگرانی نماز کے لیے اُٹھنے نہ دیتی تھی۔

کچھ اور لوگ دیکھے جن کے کپڑوں میں آگے پیچھے پیوند لگے ہوئے تھے اور وہ جانوروں کی طرح گھاس چر رہے تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ وہ ہیں جو اپنے مال میں سے زکوٰۃ خیرات کچھ نہ دیتے تھے۔

پھر ایک آدمی کو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا جمع کر کے اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جب وہ نہیں اُٹھتا تو اس میں کچھ اور لکڑیاں بڑھا لیتا ہے۔ پوچھا یہ کون احمق ہے؟ کہا گیا یہ وہ شخص ہے جس پر امانتوں اور ذمہ داریوں کا اتنا بوجھ تھا کہ اُٹھا نہ سکتا تھا، مگر یہ ان کو کم کرنے کے بجائے اور زیادہ ذمہ داریوں کا بار اپنے اُوپر لادے چلا جاتا تھا۔

پھر دیکھا کہ کچھ لوگوں کی زبانیں اور ہونٹ قینچیوں سے کترے جا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا یہ غیر ذمہ دار مقرر ہیں جو بے تکلف زبان چلاتے اور فتنہ برپا کرتے تھے۔

ایک اور جگہ دیکھی۔ ایک پتھر میں ذرا سا شگاف ہوا اور اس میں سے ایک بڑا موٹا سا بیل نکل آیا۔ پھر وہ بیل اُسی شگاف میں واپس جانے کی کوشش کرنے لگا، مگر نہ جا سکا۔ پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ کہا گیا یہ اُس شخص کی مثال ہے جو غیر ذمہ داری کے ساتھ ایک فتنہ انگیز بات کر جاتا ہے۔ پھر نادم ہو کر اس کی تلافی کرنا چاہتا ہے مگر نہیں کر سکتا۔

ایک اور مقام پر کچھ لوگ تھے جو اپنا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ

---

[۱] بخاری، مسلم، مسند احمد، بروایت مالکؓ بن صعصعہ۔ بخاری و مسلم، بروایت ابوذرؓ۔ ابن جریر، بیہقی۔ ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابن اسحاق، بروایت ابوسعیدؓ خدری۔ ابن جریر، بیہقی، حاکم، ابن ابی حاتم، طبرانی، بزار، بروایت ابوہریرہؓ۔ عبداللہ بن احمد بن حنبل فی زوائد مسند، بروایت اُبیؓ بن کعب۔

دوسروں پہ زبانِ طعن دراز کرتے تھے۔

اُنہی کے قریب کچھ اور لوگ تھے جن کے ناخُن تانبے کے تھے اور وہ اپنے منہ اور سینے نوچ رہے تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں ؟ کہا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے پیٹھ پیچھے ان کی بُرائیاں کرتے تھے اور ان کی عزت پر حملے کیا کرتے تھے۔

کچھ اور لوگ دیکھے جن کے ہونٹ اُونٹوں کے مشابہ تھے اور وہ آگ کھا رہے تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں ؟ کہا گیا یہ یتیموں کا مال ہضم کرتے تھے۔

پھر دیکھا کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ بے انتہا بڑے اور سانپوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ آنے جانے والے ان کو روندتے ہوئے گزرتے ہیں، مگر وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے۔ پوچھا یہ کون ہیں ؟ کہا گیا یہ سود خوار ہیں۔

پھر کچھ اور لوگ نظر آئے جن کے ایک جانب نفیس چکنا گوشت رکھا تھا اور دوسری جانب سڑا ہوا گوشت جس سے سخت بدبُو آ رہی تھی۔ وہ اچھا گوشت چھوڑ کر سڑا ہوا گوشت کھا رہے تھے۔ پوچھا یہ کون ہیں ؟ کہا گیا یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جنہوں نے حلال بیویوں اور شوہروں کے ہوتے ہوئے حرام سے اپنی خواہش نفس پوری کی۔

پھر دیکھا کچھ عورتیں اپنی چھاتیوں کے بل لٹک رہی ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں ؟ کہا گیا یہ وہ عورتیں ہیں جنہوں نے اپنے شوہروں کے سر ایسے بچے منڈھ دیے جو اُن کے نہ تھے[1]

اُنہی مشاہدات کے سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ایک ایسے فرشتے سے ہوئی جو نہایت ترش روئی سے ملا۔ آپ نے جبریلؑ سے پوچھا، اب تک جتنے فرشتے ملے سب خندہ پیشانی اور بشاش چہروں کے

---

[1] اس معاملہ میں روایات مختلف ہیں کہ یہ مشاہدات بیت المقدس کے راستے میں ہوئے تھے، یا آسمانِ اوّل پر۔ نیز ان تمام مشاہدات کا ذکر سب روایات میں یکجا نہیں آیا ہے، بلکہ مختلف مشاہدات کا ذکر متفرق طور پر مختلف احادیث میں وارد ہوا ہے۔ یہاں ہم سب کے حوالے یکجا درج کر رہے ہیں۔ مُسندِ احمد، ابن ماجہ، ابن جریر، بیہقی، حاکم، ابن ابی حاتم، طَبرانی، بزّار، بروایتِ ابوہریرہؓ۔ ابن جریر، بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن اسحاق، ابن مردُویہ، بروایتِ ابوسعید خُدریؓ۔ مُسند احمد، ابوداؤد، بروایت انسؓ بن مالک۔

ساتھ ملے۔ ان حضرت کی خشک مزاجی کا کیا سبب ہے؟ جبریل نے کہا اس کے پاس ہنسی کا کیا کام، یہ تو دوزخ کا داروغہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے دوزخ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے یکایک آپ کی نظر کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا اور دوزخ اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ نمودار ہو گئی[۱]۔

بعد کے آسمانوں پر اس مرحلہ سے گزر کر آپ دوسرے آسمان پر پہنچے۔ یہاں کے اکابر میں دو نوجوان سب سے ممتاز تھے۔ تعارف پر معلوم ہوا کہ یہ حضرات یحییٰؑ اور عیسیٰؑ ہیں۔

تیسرے آسمان پر آپ کا تعارف ایک ایسے بزرگ سے کرایا گیا جن کا حسن عام انسانوں کے مقابلے میں ایسا تھا جیسے تاروں کے مقابلے میں چودھویں کا چاند۔ معلوم ہوا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔

چوتھے پر حضرت ادریسؑ، پانچویں پر حضرت ہارونؑ، چھٹے پر حضرت موسیٰؑ آپ سے ملے۔ ساتویں آسمان پر پہنچے تو ایک عظیم الشان محل (بیت المعمور) دیکھا جہاں بے شمار فرشتے آتے اور جاتے تھے۔ اس کے پاس آپ کی ملاقات ایک ایسے بزرگ سے ہوئی جو خود آپ سے بہت مشابہ تھے۔ تعارف پر معلوم ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں[۲]۔

سِدْرَۃُ الْمُنْتَہیٰ پھر مزید ارتقاء شروع ہوا یہاں تک کہ آپ سِدْرَۃُ الْمُنْتَہیٰ پر پہنچ گئے جو پیش گاہ رب العزت اور عالم خلق کے درمیان حدِ فاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس پر تمام خلائق کا علم ختم ہو جاتا ہے، اس کے ماوراء جو کچھ ہے وہ غیب ہے جس کا علم نہ کسی نبیؐ کو ہے نہ کسی مقرب فرشتے کو، سوائے اس کے جسے اللہ اس میں سے کوئی علم دے دے۔ نیچے سے جو کچھ جاتا ہے وہ یہاں سے لیا جاتا ہے، اور اوپر سے جو کچھ آتا ہے اسے یہاں وصول کر لیا جاتا ہے۔ اسی مقام کے قریب آپ کو جنت کا مشاہدہ کرایا گیا اور آپ نے دیکھا کہ

---

[۱] سیرت ابن ہشام، بحوالہ ابن اسحاق۔ ابن ابی حاتم، بروایت انسؓ بن مالک۔

[۲] مسند احمد، بخاری و مسلم، بروایت مالکؓ بن صعصعہ۔ مسند احمد، مسلم، ابن ابی حاتم، بروایت انسؓ بن مالک۔ ابن جریر، بیہقی، ابن ابی حاتم، طبرانی، بزار، حاکم، ابن اسحاق، بروایت ابوہریرہؓ۔ بعض روایات میں ان پیغمبروں کے مقامات کچھ مختلف بھی بیان کیے گئے ہیں۔ نسائی اور مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت چوتھے آسمان پر حضرت ہارونؑ اور پانچویں پر حضرت ادریسؑ کا مقام بتاتی ہے۔ ابن جریر، بیہقی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ میں حضرت ابوسعیدؓ خدری کی روایت دوسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ، اور تیسرے پر حضرت یحییٰؑ و عیسیٰ علیہما السلام کا مقام ظاہر کرتی ہے۔

اللہ نے اپنے صالح بندوں کے لیے وہ کچھ مہیا کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کبھی بشر کے ذہن میں اُس کا تصور تک گزر سکا۔[1]

سِدرۃ المنتہیٰ پر جبریلؑ ٹھہر گئے اور آپؐ تنہا آگے بڑھے[2]۔ ایک بلند ہموار سطح پر پہنچے تو بارگاہِ جلال سامنے تھی۔ ہم کلامی کا شرف بخشا گیا۔ جو باتیں ارشاد ہوئیں ان میں سے چند یہ ہیں:

۱- ہر روز پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔

۲- سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں تعلیم فرمائی گئیں۔

۳- شرک کے سوا دوسرے سب گناہوں کی بخشش کا امکان ظاہر کیا گیا۔

۴- ارشاد ہوا کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے اُس کے حق میں ایک نیکی لکھ لی جاتی ہے اور جب وہ اس پر عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ مگر جو بُرائی کا ارادہ کرتا ہے اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا جاتا اور جب وہ اس پر عمل کرتا ہے تو ایک ہی بُرائی لکھی جاتی ہے۔[3]

پیشیِ خداوندی سے واپسی پر نیچے اُترے تو حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے روداد سُن کر کہا میں بنی اسرائیل کا تلخ تجربہ رکھتا ہوں، میرا اندازہ ہے کہ آپ کی اُمت پچاس نمازوں کی پابندی نہیں کر سکتی۔ جایئے اور کمی کے لیے عرض کیجیے۔ آپ گئے اور اللہ جل شانہٗ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ پلٹے تو حضرت موسیٰؑ نے پھر وہی بات کہی۔ اُن کے کہنے پر آپ بار بار اُوپر جاتے رہے اور ہر بار دس نمازیں کم کی جاتی

---

[1] بخاری و مسلم، بروایتِ ابوذرؓ۔ مسلم، نسائی، ترمذی، بیہقی، بروایت عبداللہ بن مسعودؓ۔ ابن جریر، بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن اسحاق، ابن مردویہ، بروایت ابوسعید خدریؓ۔

[2] ابن ابی حاتم، بروایتِ انسؓ بن مالک۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ، بروایتِ ابن عباسؓ و ابوحبّۃ الانصاری قسطلانی نے مواہب میں حوالہ دیے بغیر حدیث نقل کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جبریلؑ جب اپنے مقام پر پہنچے تو انہوں نے کہا کہ اب آگے آپ کا اور آپ کے رب کا معاملہ ہے، میرا مقام یہ ہے جس سے آگے میں نہیں جا سکتا۔

[3] ابتداءً ۵۰ نمازوں کا فرض کیا جانا تو معراج کے بارے میں تمام احادیث کا متفق علیہ بیان ہے۔ باقی امور حسب ذیل روایات میں مذکور ہیں: مسلم، نسائی، ترمذی، بیہقی، بروایت عبداللہ بن مسعودؓ۔ مُسندِ احمد، مسلم، بروایتِ انسؓ بن مالک۔ ابن جریر، بیہقی، ابن ابی حاتم، ابن اسحاق، ابن مردویہ، بروایتِ ابوسعید خدریؓ۔

رہیں۔ آخر پانچ نمازوں کی فرضیت کا حکم ہوا اور فرمایا گیا کہ یہی پچاس کے برابر ہیں[1] (کیونکہ ہر نیکی اللہ تعالیٰ کے ہاں دس نیکیوں کے برابر ہے)۔

واپسی واپسی کے سفر میں آپ اُسی سیڑھی سے اُتر کر بیت المقدس آئے۔ یہاں پھر تمام پیغمبر موجود تھے۔ آپ نے اُن کو نماز پڑھائی جو غالباً فجر کی نماز تھی۔ پھر بُراق پر سوار ہوئے اور مکہ واپس پہنچ گئے۔[2]

صبح سب سے پہلے آپ نے اپنی چچا زاد بہن اُمِّ ہانیؓ کو یہ روداد سُنائی۔ پھر باہر نکلنے کا قصد فرمایا تو انہوں نے آپ کی چادر پکڑ لی اور کہا خدا کے لیے یہ قصہ لوگوں کو نہ سُنائیے گا ورنہ اُن کو آپ کا مذاق اُڑانے کے لیے ایک اور شوشہ ہاتھ آجائے گا۔ مگر آپ یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے کہ میں ضرور بیان کروں گا۔[3]

مخالفین کا ردِّ عمل حرمِ کعبہ میں پہنچے تو ابوجہل سے آمنا سامنا ہوا۔ اُس نے کہا کوئی تازہ خبر؟ فرمایا ہاں۔ پوچھا کیا؟ فرمایا کہ میں آج رات بیت المقدس گیا تھا۔[4] کہا بیت المقدس؟ راتوں رات ہو آئے؟ اور صبح یہاں موجود ہو؟ فرمایا ہاں۔ کہا قوم کو جمع کروں؟ سب کے سامنے یہی بات کہو گے؟ فرمایا بے شک۔ ابوجہل نے آوازیں دے دے کر سب کو جمع کر لیا اور کہا لو اب کہو۔ آپ نے سب کے سامنے پورا قصہ بیان کر دیا۔ لوگ مذاق اُڑانے لگے۔ کوئی تالی پیٹ رہا تھا تو کوئی تعجب سے سر پہ ہاتھ رکھ رہا تھا۔ دو مہینے کا سفر ایک رات میں؟ ناممکن! محال! پہلے تو شک تھا، اب یقین ہو گیا ہے کہ تم دیوانے ہو گئے ہو۔[5]

---

[1] یہ بات بھی تمام احادیث میں متفق علیہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے کہنے پر حضورؐ نے بار بار جا کر تخفیف کے لیے عرض کیا اور آخر میں پانچ نمازیں فرض رہ گئیں اور انہی کو اللہ تعالیٰ نے ۵۰ کے برابر قرار دیا۔ البتہ اکثر روایات میں ہر مرتبہ دس کی کمی کا ذکر کیا گیا ہے، بعض میں ہر بار کچھ کم کر دینے کا، اور بعض میں پانچ پانچ کم کرنے کا ذکر ہے۔

[2] البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۱۱۲ - ۱۱۳۔

[3] طبرانی، ابن اسحاق، ابن سعد، ابو یعلیٰ بروایتِ اُمِّ ہانیؓ۔

[4] صرف بیت المقدس جانے کا ذکر اس لیے کیا کہ وہی اتنی بڑی بات تھی جسے ہضم کرنا لوگوں کے لیے مشکل تھا، کجا کہ آسمانوں کا سفر اُن کے چھوٹے سے دماغوں میں سما سکتا۔

[5] مُسند احمد، نسائی، بیہقی، بزّار، طبرانی، بروایتِ ابن عباسؓ - ابن جریر، بیہقی، ابن ابی حاتم، بروایتِ ابوسعید خُدریؓ۔

حضرت صدیقؓ کی شانِ تصدیق آناً فاناً یہ خبر تمام مکہ میں پھیل گئی۔ بعض مسلمان اس کو سن کر اسلام سے پھر گئے[1]۔ لوگ اس امید پر حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دست راست ہیں۔ یہ پھر جائیں تو اس تحریک کی جان ہی نکل جائے۔ انہوں نے یہ قصہ سن کر کہا، اگر واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ بیان کیا ہے تو ضرور سچ ہوگا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ میں تو روز سنتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان سے پیغام آتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتا ہوں[2]۔

پھر حضرت ابوبکرؓ حرم کعبہ میں آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور ہنسی اڑانے والا مجمع بھی۔ صدیق اکبرؓ نے پوچھا کیا واقعی آپ نے ایسا فرمایا ہے؟ جواب دیا ہاں۔ کہا بَیْتُ الْمَقْدِس میرا دیکھا ہوا ہے۔ آپ وہاں کا نقشہ بیان کریں۔ آپ نے فوراً نقشہ بیان کرنا شروع کر دیا اور ایک ایک چیز اس طرح بیان کی گویا بیت المقدس سامنے موجود ہے اور دیکھ دیکھ کر اس کی کیفیت بتا رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی اس تدبیر سے جھٹلانے والوں کو ایک شدید ضرب لگی[3]۔

---

[1] مسند احمد، بخاری، ترمذی، بیہقی، بروایت جابر بن عبداللہؓ۔ مسند احمد، نسائی، بروایت ابن عباسؓ۔ بیہقی، بروایت عائشہ صدیقہؓ۔

[2] ابن جریر، بیہقی، بروایت ابوسلمہ بن عبدالرحمان۔ ابن ابی حاتم، بروایت انسؓ بن مالک۔ بیہقی بروایت عائشہ صدیقہؓ

[3] حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بیان کیا ہے کہ بیت المقدس کی کیفیت حضرت ابوبکرؓ نے مشرکین کے سامنے اس لیے پوچھی تھی کہ آپ جب اس کو ٹھیک ٹھیک بیان کر دیں گے تو مشرکین کا منہ بند ہو جائے گا۔ لیکن ابویعلیٰ نے امّ ہانیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ بیت المقدس کی کیفیت پوچھنے والا دراصل مُطْعِم بن عَدِی تھا۔ بیہقی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم کی روایت ابوسعید خُدریؓ سے یہ ہے کہ دریافت کرنے والا اس مجمع میں سے ایک شخص تھا جو آپ کو جھٹلا رہا تھا۔ مسلم میں ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ مجمع کے لوگ آپ سے یہ پوچھ رہے تھے۔ لوگوں کے اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ حضورؐ اپنی زندگی میں کبھی بیت المقدس نہیں گئے ہیں۔ اور حضورؐ کے لیے ان کے تفصیلی سوالات کا جواب دینا اس لیے مشکل تھا کہ آپ نے رات کے وقت اس کو دیکھا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی پوچھ گچھ کے موقع پر بیت المقدس کو بالکل آپ کی نگاہ کے سامنے پیش کر دیا اور آپ اس کو دیکھ دیکھ کر ان کے ایک ایک سوال کا جواب دیتے چلے گئے یہاں تک کہ ان کو ماننا پڑا کہ آپ نے وہاں کا جو نقشہ بیان کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

(باقی حاشیہ بر صفحہ ۲۰)

مزید شواہد وہاں بکثرت ایسے آدمی موجود تھے جو تجارت کے سلسلے میں بیت المقدس جایا کرتے تھے۔ وہ سب دلوں میں قائل ہو گئے کہ نقشہ بالکل صحیح ہے۔ اب لوگ آپ کے بیان کی صحت کا مزید ثبوت مانگنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا جاتے ہوئے میں فلاں مقام پر فلاں قافلہ پر سے گزرا جس کے ساتھ یہ سامان تھا۔ قافلہ والوں کے اونٹ بُراق سے بھڑکے۔ ایک اونٹ فلاں وادی کی طرف بھاگ نکلا۔ میں نے قافلہ والوں کو اس کا پتہ دیا۔ واپسی پر فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کا قافلہ مجھے ملا۔ سب لوگ سو رہے تھے۔ میں نے ان کے برتن سے پانی پیا اور اس بات کی علامت چھوڑ دی کہ اس سے پانی پیا گیا ہے[۱]۔ ایسے ہی کچھ اور اتے پتے آپؐ نے دیے اور بعد میں آنے والے قافلوں سے ان کی تصدیق ہوئی۔ اس طرح زبانیں بند ہو گئیں، مگر دل یہی سوچتے رہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آج بھی بہت سے لوگ سوچ رہے ہیں کہ یہ کیسے ہوا؟

(باقی)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱) بخاری و مسلم، مسند احمد، ابن جریر، ترمذی و بیہقی، بروایت جابرؓ بن عبداللہ۔ مسلم و ابن سعد، بروایت ابوہریرہؓ۔ بیہقی، ابن ابی حاتم، بزار، طبرانی، بروایت شدادؓ بن اوس۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی، بروایت ابوسعیدؓ خدری۔ مسند احمد، نسائی، بیہقی، بزار، طبرانی، بروایت ابن عباسؓ۔

[۱] (حاشیہ صفحہ ہذا) ابن ابی حاتم، بروایت انسؓ بن مالک۔ بیہقی، ابن ابی حاتم، بزار، طبرانی، بروایت شدادؓ بن اوس۔ طبرانی و ابویعلیٰ بروایت اُمّ ہانیؓ۔